found.

اوڑھنی

(ناول)

مصنفہ

نصرت شمسی

www.urduchannel.in

© : جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ ہیں

کتاب کا نام : اوڑھنی (ناول)

مصنفہ/ناشر : نصرت شمسی

انجمن اسٹریٹ، رام پور 244901 (یو. پی)

موبائل نمبر: 09045380276

ای میل : nusratshamsi123@gmail.com

سال اشاعت : 2014

صفحات : 184

تعداد : 400

قیمت : 300 روپے

کمپیوٹر کمپوزنگ : فائزہ تنویر

کوچہ لالہ میاں، رام پور 244901 (یو. پی)

موبائل نمبر: 8439585483

مطبوعہ : اسلامک ونڈرس بیورو

2660، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی

موبائل نمبر: 09350334143, 01123263996

کتاب ملنے کے پتے : ☆ نیرنگ بک اسٹال، پان دریبہ، رام پور 244901

☆ محمد فرقان شمسی، انجمن اسٹریٹ، رام پور 244901

www.urduchannel.in

انتساب

اپنی

دوست

محصنہ آصف

کے نام

نصرت شمسی

یہ کتاب فخر الدین علی احمد میموریل
کمیٹی، حکومت اتر پردیش لکھنؤ کے
جزوی، مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے

اس کتاب کے مندرجات سے
اکیڈمی کا متفق ہونا ضروری نہیں

www.urduchannel.in

فہرست

انتساب		3
مقدمہ	ڈاکٹر محمد اطہر مسعود خاں	7
سوانحی و ادبی تعارف (نصرت شمسی)	عاصم فرید	23
پیش لفظ	نصرت شمسی	26

ناول

اوڑھنی سے کچھ سطور	30
اوڑھنی	32
جو چلے تو جاں سے گزر گئے سے کچھ سطور	102
جو چلے تو جاں سے گزر گئے	104

www.urduchannel.in

بسمہ تعالیٰ

مقدمہ

نصرت شمسی کے ناول اوڑھنی کا پہلا صفحہ پڑھ کر ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس ناول کا مزاج کیسا ہوگا؟ اور اس کی روح میں دکھ کی کیسی سلگتی آنچ ہوگی! سچ بات یہ ہے کہ اس نادیدہ دکھ کی ایک ہلکی سی تپش میں نے اپنے دل میں بھی محسوس کی تھی اور سمجھ لیا تھا کہ ناول پر کچھ لکھتے ہوئے شاید میری پلکیں بھی تھوڑی ہی سہی، نم ہو جائیں کیونکہ بقول شاعر:

یہ میرا غم ہے جسے آپ کم سمجھتے ہیں
قلم کے کرب کو اہل قلم سمجھتے ہیں

دراصل تخلیق دل سے لکھی جانے والی ایک تحریر ہوتی ہے جس میں اگر خون جگر بھی شامل ہو، فطری جذبات کی عکاسی ہو اور ملمع کاری سے گریز حاوی ہو تو یہ تحریر، ایک شاہکار نہ بھی بنے تب بھی دل کو چھو لینے والی تحریر ضرور بن جاتی ہے۔

ناول اوڑھنی متعدد خوبیوں کا حامل ہے۔ اس کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کردار بہت کم ہیں۔ روشان، ادغان، ارم، نائلہ، دو بچے ڈالی اور شاہو، ایک دادو یعنی دادی ماں، سکندر حیات، ایک اسکول کی پرنسپل اور ایک آفس کا باس لیکن مرکزی یا بنیادی کردار صرف چند ہی ہیں جن کے گرد کہانی گھومتی ہے۔ سارے کردار اپنا رول نہایت چابکدستی سے ادا کرتے ہیں۔ ناول کی کہانی جذبات انگیز اور

احساسات سے لبریز ہے۔عورت کی محبت، چاہت، وفاداری، قربانی، ایثار جتنے ایسے پاکیزہ جذبے عورت سے منسوب ہو سکتے ہیں، وہ سب اس ناول میں نظر آتے ہیں۔ایک عورت کی مرد سے محبت کوئی نئی یا انہونی بات نہیں کہ یہ جذبے آفاقی، لاثانی اور فطری ہیں لیکن ایک عورت اپنے شوہر سے محبت کی خاطر، دوسری عورت کو وہ مقام و مرتبہ دے دے کہ اپنی جان کی بھی پروا نہ کرے، بڑے دل گردے کی بات ہے۔ناول کو اگر دو حصوں میں تقسیم کریں تو پہلے حصے کو چھوڑ کر، باقی دوسرے حصے میں پروین شاکر کے ایک شعر کی بھینی بھینی خوشبو چھائی ہوئی ہے۔عورت ایسی بھی ہو سکتی ہے جس کے جذبوں کو سراہنے اور جس کی چاہت پر پلکیں بچھانے کو جی چاہے!

اور یہ سب کچھ تب ممکن ہے جب ایک عورت کی قوت ارادی مضبوط اور چاہت بے غرض و بے لوث ہو:

کمال ضبط کو خود بھی تو آزماؤں گی
میں اپنے ہاتھ سے اس کی دلہن سجاؤں گی

ناول کی زبان شائستہ، مہذب لیکن کہیں کہیں شوخ و چنچل ہے۔غم اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے ناول کے تانے بانے بنے گئے ہیں کہ انسانی زندگی درد و الم، رنج و محن اور خوشی و مسرت کے جذبات کی اسی دھوپ چھاؤں کا نام ہے۔ناول کا اسلوب نگارش بھی دلچسپ ہے اور کرداروں کی قلبی کیفیات اور پلاٹ کے اتار چڑھاؤ کے مطابق ہی اختیار کیا گیا ہے۔راقم نے ناول کی سطر سطر اور لفظ لفظ کا مطالعہ کیا ہے لیکن اس کے باوجود ناول کے اسلوب، اس کے پلاٹ اور کہانی سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی ہے کیونکہ اس کا حق صرف قلم کار یعنی اس ناول کی مصنفہ

www.urduchannel.in

کو ہے البتہ راقم نے ناول میں سہواً در آئی الفاظ کی چند خامیوں پر خصوصی توجہ دی ہے اور الفاظ کی نشست و برخاست، مذکر و مونث، ان کے املا اور تلفظ، جمع و احد اور دیگر تکنیکی ضرورتوں کا خاص خیال رکھا ہے اور خوشی کی بات ہے کہ مصنفہ نے ان مشوروں پر عمل کرتے ہوئے مسودے میں در آئی ممکنہ خامیوں کو دور کر دیا ہے۔میرے نزدیک قلم کار کی خوبی یہ نہیں کہ وہ ثقیل، بھاری اور گہری معنویت والے الفاظ استعمال کرے اور خواہ مخواہ قاری پر اپنی علمیت اور قابلیت کی دھاک جمائے بلکہ اچھا قلم کار میں اسے سمجھتا ہوں کہ وہ جو اور جتنے الفاظ بھی اپنی تحریر میں استعمال کرے، ان کی ماہیت، ان کے برملا اور صحیح استعمال کے گر بھی جانتا ہو کہ کون سا لفظ کس جگہ استعمال کیا جانا چاہیے۔کوئی بھی تخلیق صرف پلاٹ کے اچھا ہونے، موضوع کے مناسب ہونے، اسلوب کے خوبصورت ہونے یا زبان کی دلکشی سے خوبصورت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لیے مذکورہ سبھی چیزیں ضروری اور لازمی ہیں۔

ناول اوڑھنی میں خلاف واقعہ کچھ بھی نہیں ہے۔جو کچھ تحریر کیا گیا ہے وہ فنی اور تکنیکی ضرورتوں کے لحاظ سے لکھا گیا ہے۔ناول میں کئی جگہ دل کو چھو لینے والے الفاظ اور مکالمے درج کیے گئے ہیں جو ناول کے حسن اور کہانی کی شگفتگی میں اضافہ کرتے ہیں۔کہانی ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں خود غرضی اور انا پرستی کے برعکس بے غرضی، بے لوثی اور قربانی کے جذبات اجاگر ہوتے ہیں۔ناول میں جا بجا بکھری جذباتیت دکھ اور کرب اور دل کی گوناگوں کیفیات میں مدوجزر پیدا کرتی ہے کہ دل سے بڑا ساتھی اور رفیق اور

چارہ گر کوئی نہیں:

دل سا بھی کوئی دوست کہاں مجھ کو ملے گا
جلتا ہے میرے ساتھ سلگتا ہے میرے ساتھ

اوڑھنی یا ردا عورت کا سب سے بڑا زیور ہے کہ حیا کے ساتھ یہ اس کی عزت بھی ہے اور آبرو بھی لیکن اس ناول میں اوڑھنی کو بالکل انوکھے پیرایے میں اور ایک معنوی تمثیل کے روپ میں پیش کیا گیا ہے یعنی عورت کا سہاگ ہی اس کی سب سے بڑی اور حقیقی اوڑھنی ہے۔ قرآن عظیم نے بھی ایک بڑے حسین و جمیل پیرایے میں اور علامت و تمثیل کے ساتھ عورت اور مرد دونوں کو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم قرار دیتے ہوئے اس لطیف مفہوم کے ساتھ فرمایا:

''تم دونوں ایک دوسرے کے لیے لباس کے مثل ہو اور
تقویٰ سے بڑا لباس کیا ہو سکتا ہے!''

لباس کا کام تن کی آرائش و زیبائش ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کے عیوب و نقائص کو چھپا لینا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ اس طرح ایک ایسے ہی پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل کا حکم دیتا ہے۔

قلم کاری اگر محض وقت گزاری اور تفریح طبع کے لیے ہو تو یہ کسی قلم کار کی کوئی بڑی خوبی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ ایک ایسی امانت ہے جس کا پاس و لحاظ رکھنا اور ادب و احترام کرنا ہر قلم کار کے لیے لازم ہے اور اس کا صالح اور بہترین استعمال یہی ہو سکتا ہے اس کو اچھے مقاصد کے حصول کے لیے بروئے کار لایا جائے۔ بلاشبہ قلم کاری ایک ایسی عظیم نعمت اور ایسی بیش بہا دولت ہے جو اللہ تعالیٰ ہر کسی کو نہیں دیتا۔ شعوری

www.urduchannel.in

کوششوں سے فن کو جلا ضرور ملتی ہے لیکن یہ فن یقیناً پروردگار عالم کا ہی ودیعت کردہ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نصرت شمسی کو بھی اس نعمت سے نوازا گیا ہے اور انہوں نے کافی حد تک اس کا بہترین استعمال کیا ہے۔

ناول کی دونوں خواتین کردار ارم اور نائلہ اگرچہ آپس میں دیورانی اور جیٹھانی کے رشتے رکھتی ہیں لیکن ان کی محبتوں کا مرکز ایک ہی ہے اور اس کا نام ہے روشان! دونوں عورتوں کی قربانیاں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ دونوں ایک دوجے کو دل و جان سے چاہتی ہیں۔ ایک کی اولاد، دوسرے کی خوشیوں کا مرکز اور سہارا ہے، ایک کا سہاگ دوسرے کے لیے سائبان ثابت ہوتا ہے۔ دونوں کا محور الگ ہوتے ہوئے بھی ایک ہی مرکز کے گرد، گردش کرتا ہے۔ کسی بھی کہانی یا ناول کے دو روپ ہو سکتے ہیں، ان کا کلائمکس بھی مختلف ہو سکتا ہے یعنی المیہ یا پھر طربیہ۔ ناول اوڑھنی ملی جلی کیفیات کا حامل ہے۔ طربیہ اور المیہ دونوں اسلوب و مقاصد اس میں استعمال کیے گئے ہیں۔ ایک شخص کی موت سے اگر کسی دوسرے کو زندگی ملتی ہے تو شاید اسے طربیہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔ ہم جس معاشرہ میں رہتے ہیں اور اس کی جیسی ضروریات ہوتی ہیں اسی کے مطابق ہماری تحریر بھی ہوتی ہے اور ادبی لحاظ سے تو اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اسی تکنیکی ضرورت کے تحت ناول میں کچھ انگریزی الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں جن کو معیوب اور معتوب تو نہیں گردانا جا سکتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ انگریزی الفاظ جن کے متبادل بے حد خوبصورت الفاظ اردو میں موجود ہیں تو ان کی جگہ انگریزی الفاظ کی بیساکھیوں کو بہت دور رکھ دینا چاہیے البتہ جہاں ناگزیر ہو وہاں تو قباحت نہیں ہو سکتی لیکن چونکہ اردو خود ایک عظیم الشان ذخیرۂ الفاظ رکھتی ہے

اس لیے ان کے استعمال سے گریز کیا جائے تو بہتر ہے۔ میں کئی ایسے ملک گیر شہرت یافتہ ادیبوں سے واقف ہوں جو اس نظریے پر پوری طرح عمل پیرا ہیں۔

کسی ناول کی کامیابی کی ضامن بہت سی فنی اور تکنیکی چیزیں ہوسکتی ہیں جیسے مرکزی خیال، ناول کا تھیم، موضوع، پلاٹ، وحدت تاثر، زبان و بیان، کلائمکس اسلوب نگارش، نقطۂ عروج، تجسس اور اختتامیہ اور ناول اوڑھنی ان سبھی فنی اور تکنیکی خوبیوں سے مزین ہے۔ زبان میں برجستگی، نفاست، سلاست، روانی، بیباکی اور شگفتگی ہے اور ان سبھی مذکورہ خوبیوں کے اعتراف کو محض روایتی الفاظ نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ میں نے بذات خود پورے ناول کا مسودہ باریک بینی سے دوبار پڑھا ہے۔ اس لیے اپنی رائے حتمی طور پر، کسی دوسرے کی رائے کو جانے یا پڑھے بغیر پیش کر رہا ہوں۔

نصرت شمسی کافی برسوں سے لکھ رہی ہیں اس لیے ان کے قلم میں پختگی اور روانی آ چکی ہے۔ ان کو دوسروں کے لکھے توصیفی کلمات کی قطعی ضرورت نہیں کیونکہ اصل چیز قلم کار کی خود تخلیق کردہ تحریر ہے لیکن چونکہ کچھ رسم دنیا ہے اور کچھ موقع بھی اس لیے اسی مقصد سے یہ مقدمہ تحریر کیا گیا ہے۔ راقم کا کام دوسروں کی مدد کرنا اور تخلیقات کی اشاعت و طباعت کے سلسلے میں کوشش کرنا ضرور ہے لیکن میرا سب سے اہم کام ہوتا ہے قلم کاروں کے اندر خود عتمادی کا جذبہ بیدار کرنا، ان کے اندر موجود پوشیدہ صلاحیتوں کو نہ صرف اجاگر کرنا بلکہ یہ احساس اور شعور پیدا کرنا کہ ہم سب کچھ کر سکتے ہیں۔ مجھے بے حد خوشی ہے کہ میں اس کام میں بہت زیادہ کامیاب رہا ہوں۔ وہ اسکالرز اور نوخیز ادیب جو یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمارے اندر لکھنے کی بھی صلاحیت ہے؟ ہماری لکھی تحریر کہیں شائع بھی

www.urduchannel.in

ہوسکتی ہے؟ آج انہیں لوگوں کی تخلیقات ملک کے بڑے بڑے اعلیٰ ادبی رسائل میں شائع ہو رہی ہیں۔ یہ ایثار و جذبہ اگر سبھی قلم کار اپنے اندر پیدا کریں تو وہ نئے قلم کاروں کی ایک ایسی کھیپ تیار کر سکتے ہیں جن کی ادبی صلاحیتیں شاید ادب کے ذخیرہ میں کچھ اضافہ کا سبب بنیں لیکن یہ، وہ جذبہ ہے جو ایثار و قربانی مانگتا ہے اور بڑے جبر و کراہ کا طالب ہوتا ہے۔ ایک ایسے ماحول میں جہاں دوسرے کو گرا کر اور اس کے سر پر سے گزر کر آدمی کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے وہاں خود رک کر اور ٹھہر کر دوسرے کو راہ دینا شاید ایک بڑا کام ہے۔

''یہ کون بزرگ ہیں؟''

''یہ مولانا حالی ہیں!''

بابائے اردو مولوی عبدالحق ان سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔ ادب و احترام کا یہ عالم ہے کہ نظریں جھکی ہوئی ہیں۔ بابائے اردو کی نوجوانی کا زمانہ ہے۔ کچھ کر گزرنے کی لگن اور جستجو مولانا حالی تک لے آئی ہے۔ اب ہیرے کی قدر ہر کوئی تو نہیں جانتا!

مولانا حالی مولوی عبدالحق کی سعادت مندی دیکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مولوی عبدالحق ندامت سے ہندوستان کی ایک عظیم شخصیت مولانا حالی کی طرف دیکھتے ہیں لیکن مولانا حالی شفقت سے مولوی عبدالحق سے فرماتے ہیں:

''ہم آپ کا ادب و احترام کیوں نہ کریں؟ آپ ہی تو ہمارا مستقبل ہیں!''

آج وہ 'بڑے' جو اپنے خود ساختہ حصار میں بند ہیں، اس حصار یا خول سے باہر آئیں اور کچھ کوشش کریں تو خاک اور مٹی میں دبے کتنے ہی ہیروں کو تراش خراش

کر بیش قیمت اور انمول بنا سکتے ہیں لیکن اس کے لیے ہمت و حوصلہ اور بے لوث جذبہ چاہیے اور وہ جذبہ بے غرضی سے صیقل ہوتا ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ تجربہ کی بنا پر تحریر کیا ہے۔ کچھ لوگوں کے ذریعہ، نئے قلم کاروں کی ہمت افزائی نہ ہونے کی صورت میں، انہیں تخلیق کو پھاڑ کر پھینکتے دیکھا ہے۔ ممکن ہے ادب کے تعلق سے ''صاحب حیثیت'' ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے، تو وہ بھی کچھ بن کر دکھا دیتے!

میں نے ابتداء میں لکھا تھا کہ تخلیق دل سے لکھی جانے والی تحریر کا نام ہے لیکن تنقید دماغ سے لکھی جانے والی چیز ہے۔ چونکہ کسی کتاب کا مقدمہ احتسابی نظریہ سے اور تنقید کے تناظر میں لکھا جاتا ہے ظاہر ہے اب تقریظ لکھنے لکھانے کا تو رواج ہے نہیں اس لیے جو بات کہی جاتی ہے وہ بغیر کسی لاگ لپیٹ کے کہی اور لکھی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود، بغیر کسی معذرت کے میں اپنا یہ نظریہ بھی پیش کرتا ہوں کہ تنقید تیسرے درجے کی صنف ادب ہے۔ پہلی چیز تخلیق ہے، دوسری تحقیق اور تیسری تنقید! کوئی تنقید نگار تبھی اچھا تنقید نگار بن سکتا ہے جب اسے تحقیق میں بھی درک و استناد حاصل ہو۔ بغیر تحقیقی کام کیے، تنقید کا وجود ناقص رہتا ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ کوئی تنقید ایسی بھی ہوتی ہے جو کسی تخلیق پر بھاری پڑ جاتی ہے اور اس تخلیق کی شہرت و ناموری کا سبب بنتی ہے۔ اردو ادب میں کئی ایسی مثالیں ہیں لیکن نہ یہ کلیہ ہے اور نہ کوئی حتمی فیصلہ! اس کے باوجود ادب میں جہاں قلم کار کے اوپر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہیں بہت کچھ اخلاقی اور ادبی ذمہ داری تنقید نگار اور تبصرہ نگار کی بھی ہے اور اس کو اس کا احساس بھی ہونا چاہیے۔ ایک قلم کار جو برسوں کی محنت شاقہ کے بعد اپنی تخلیق کو

www.urduchannel.in

معرض وجود اور کتاب کو منصۂ شہود یا منظر عام پر لاتا ہے، اپنا روپیہ اور خون جگر صرف کرتا ہے، تنقید نگار یا تبصرہ نگار اپنی تحریر سے، تخلیق کے صرف عیوب و نقائص گنا کر اور اپنی خود ساختہ برتری کا سکہ جما کر اور ذاتی پسند و ناپسند کو تھوپ کر، تخلیق کو اس کا جائز حق اور مقام و مرتبہ نہیں دیتا۔ ظاہر ہے کہ غیر جانبداری تنقید نگار کا اولین فرض منصبی ہے۔ میری بات ادھوری رہے گی، اگر میں یہ اور نہ کہوں کہ آج کل بہت سے تبصرے، مقدمے، پیش لفظ اور دیباچے کتاب یا اس کے مسودے کو پڑھ کر نہیں بلکہ سونگھ کر لکھے جا رہے ہیں۔ اب یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہ گئی ہے ہمیں اکثر کتابوں کے ایسے تبصرے بھی پڑھنے کو ملتے ہیں جن کا کتاب کے متن اور مواد سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ کسی دیگ کے دو چار چاولوں سے اس کے پک جانے یا اس میں کنی رہ جانے کا اندازہ ضرور کیا جا سکتا ہے لیکن بہر حال کتاب کا معاملہ دوسرا ہوتا ہے۔ تنقید کا یہ رجحان یقیناً نا انصافی اور غیر ذمہ دارانہ فعل و عمل کے مترادف ہے۔ اس کا سد باب نہیں بلکہ بیخ کنی ہونی چاہیے کیونکہ قلم کاری محض وقت گزاری نہیں بلکہ ایک ذمہ داری ہے!

یہ ساری باتیں نصرت شمسی کے تعلق سے نہیں کہی گئی ہیں۔ وہ تو ایک ماہر فن اور منجھی ہوئی فنکارہ ہیں لیکن بہر حال بات جب نکلتی ہے تو دور تک جاتی ہے۔ امید ہے ان کا ادبی سفر اسی آب و تاب، تگ و تاز اور لگن و شوق کے ساتھ جاری رہے گا۔ اچھے ادب کی تخلیق کے لیے، اعلیٰ قسم کے ادب اور معروف شہ پاروں کا مطالعہ کرنا، ناگزیر ہے۔ دوسروں کی تحریر سے تحریک بھی ملتی ہے اور نئی روشنی بھی۔ مطالعہ کا جنون ہو تو بیش بہا گہر ہاتھ لگتے ہیں۔ اس لیے متفرق علوم و

فنون کا مطالعہ جاری رکھنا چاہیے کیونکہ اسی سے اپنی تحریر کے محاسن و معائب پر محاکمہ اور محاسبہ کا موقع بھی ملتا ہے۔

نصرت شمسی کے دوسرے ناول کا نام ہے ''جو چلے تو جاں سے گزر گئے''۔ یہ بھی ایک خوبصورت ناول ہے۔آج جبکہ دنیا میں ہر طرف بغض و عناد،نفرت و جہالت، مارکاٹ،لوٹ کھسوٹ،قتل و غارت،جھوٹ وفریب، مکاری و دغابازی،حسد وجلن اور دیگر ایسی خباثتوں اور جہالتوں کا بول بالا ہے وہیں دنیا کا بیشتر ادب عشق ومحبت،سماجی معاملات اورحسن و جمال کی عکاسی اور نمائندگی کرتا ہے کیونکہ دنیا کو،محبت کی پہلے سے زیادہ شاید آج ضرورت ہے۔نصرت شمسی کا دوسرا ناول بھی اسی ضرورت کا احساس کراتا ہے کہ محبت سے ہی اس کائنات میں رونق ہے اور محبت ہی اس آفاق کے وجود کی نمائندگی کرتی ہے۔محبت نہ ہوتو یہ دنیا درہم برہم ہوجائے۔خدا کی بندوں سے محبت، ماں باپ کی اولاد سے محبت، بہن کی بھائی سے محبت، مرد کی عورت سے محبت، کھلاڑی کی کھیل سے محبت، طالب علم کی علم وادب سے محبت، تکنیک ہو یا سائنس، کھیل کود ہو یا کوہ پیمائی، غرض دنیا کے سبھی کام اسی محبت کے ساتھ انجام پا رہے ہیں۔ لگن، شوق، جستجو اور جنون بھی اسی محبت کے دیگر نام ہیں۔محبت نہ ہوتو دنیا کے سارے کام پھیکے پڑ جائیں اور ادبی شاہکار معرض وجود میں ہی نہ آئیں۔علم و ادب کا یہی جوش وجذبہ، آج کی شدید ترین مصروف زندگی میں بھی، نصرت شمسی کی تحریروں میں موجود ہے۔وہ چاہے افسانہ لکھیں یا انشائیہ، ناول لکھیں یا فکاہیہ، سب میں خلوص اور مقصد نہاں بھی ہے اور عیاں بھی، پوشیدہ بھی ہے اور

www.urduchannel.in

نمایاں بھی!

''جو چلے تو جاں سے گزر گئے'' ناول کا عنوان، اس کی کہانی سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔ناول کے بنیادی کردار صرف دو ہیں- سارہ اور منصور۔ایک تیسرا مرکزی کردار روبی کی شکل میں سامنے آتا ہے لیکن پلاٹ میں اس کا کام تھوڑا آگے چل کر نمایاں ہوتا ہے البتہ ناول کے ضمنی کرداروں کی تعداد قدرے زیادہ ہے جیسے رابعہ،فواد،سارہ کی ماں، چچی،اقبال،فوزیہ،دانیال،صہیب،رانی، ادیبہ،رخسار وغیرہ لیکن یہ ضمنی کردار اپنا اپنا مختصر رول نبھا کر یا کردار ادا کر کے پس منظر میں چلے جاتے ہیں۔اس ناول کا پلاٹ بھی بہترین ہے۔نصرت شمسی نے اس کے تانے بانے بہت خوبصورتی سے تیار کیے ہیں۔ناول کا دورانیہ، وقت کے تناظر میں، خاصا طویل ہے۔محبت کس طرح بے غرض، بے لوث اور بے پناہ ہوسکتی ہے، یہی اس ناول کا تھیم اور مرکزی خیال ہے۔بچپن کی محبت کیوں اور کیسے پروان چڑھتی ہے اور اس کا انجام و اختتام کیا ہوتا ہے؟ رشتے کیسے ٹوٹتے اور بکھرتے ہیں، محبت میں اور شادی شدہ زندگی میں نفرتیں اور کڑواہٹیں کیوں اور کیسے گھل جاتی ہیں؟ ان کو روکنے یا ان کا سد باب کرنے کے کیا اسباب وعلل ہوسکتے ہیں؟ یہ سارے مسائل، یہ سارے دکھ، یہ ساری الجھنیں اس ناول میں جابجا دیکھنے کو ملتی ہیں اور بچپن اور محبت کے تعلق سے بے اختیار کہنے کو جی چاہتا ہے:

مجھ کو بچپن ہی سے ایک شوق تھا بربادی کا
نام لکھ لکھ کے مٹاتا تھا زمیں پر اپنا

محبت اور رواداری صرف عورت کا حصہ ہے، اس سچائی کو ناول میں

اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کچھ تو ہے جو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی دلوں کو زخمی، جذبات کو مجروح اور انا کو چکنا چور کر دیتا ہے لیکن مرد ہی عورت کا سب سے بڑا دشمن ہے، یہ مسئلہ اور نظریہ راقم کے نزدیک متنازعہ ہے۔ ایک عورت، دوسری عورت کی، مرد کے مقابلے میں شاید زیادہ بڑی دشمن ہے۔ اس کی مختلف شکلیں اور متفرق وجوہ ہوسکتی ہیں لیکن ان سب کا جواب نصرت شمسی کے اس ناول کو پڑھ کر آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ زندگی کی چھوٹی بڑی خواہشیں اگرچہ آخری دم تک باقی رہتی ہیں لیکن ان کا حصول بھی سہل و سہج ہو ، یہ ضروری نہیں:

یہ آرزو دل کی دل میں بسی رہ گئی
زندگی میں اک تمہاری کمی رہ گئی
ایک میں ایک تو ایک دیوار تھی
زندگی آدھی آدھی بٹی رہ گئی

اس ناول کی زبان بھی بہت شائستہ، مہذب اور کرداروں کی شخصیت اور ان کے کام یا رول کے مطابق ہی استعمال کی گئی ہے، اگرچہ اس میں جگہ جگہ دلچسپ، دل کو چھو لینے والے اور استہزائیہ جملے بھی تحریر کیے گیے ہیں۔ گھر کا رکھ رکھاؤ، شادی بیاہ کی رسوم اور ایک عام متوسط گھرانے میں کیا ماحول ہوتا ہے، ان سب کو بھی اس ناول میں خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ناول اس تہذیب کی نفی کرتا ہے جس میں عورت کو برابر کا درجہ دیے جانے کی بات نہیں کی جاتی۔ ''لیڈیز فرسٹ'' الفاظ کی مالا جپنے یا دہائی دینے والے ایسا نظام کیوں

www.urduchannel.in

رائج نہیں کرتے کہ شادی بیاہ یا کسی بھی مشترکہ تقریب میں پہلے خواتین لنچ یا ڈنر لیں اور مرد حضرات بعد میں کام و دہن سے لطف اندوز ہوں لیکن ان پر کتنا عمل درآمد ہو رہا ہے یہ شاید بتانے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال یہ سارے جذبات اور سوالات اس ناول کو پڑھ کر ذہن میں اٹھتے ہیں لیکن ان کا جواب ملنے میں شاید اب بھی صدیاں درکار ہوں۔

اردو ادب پر یہ الزام ہے کہ اس وقت ناول کم لکھے جا رہے اور کم پڑھے جا رہے ہیں لیکن ہندوستان میں ناولوں کی موجودہ تعداد کو دیکھتے ہوئے یہ الزام غلط لگتا ہے۔ اس لیے ناول کی حمایت و موافقت میں لمبی چوڑی تحریر و تقریر پیش نہ کر کے میں چند حقائق و مشاہدات پر روشنی ڈالنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔ ہم نے اپنے طالب علمی کے دور میں اسکول سے کالج اور کالج سے یونیورسٹی تک یہی پڑھا کہ پہلے زمانہ میں داستانوں کا رواج زیادہ تھا اس لیے دس بیس نہیں بلکہ سیکڑوں داستانیں لکھی گئیں۔ داستانیں لکھنا، گڑھنا، پڑھنا، سننا اور سنانا ایک باقاعدہ ہنر اور فن قرار پایا۔ داستان کے زوال کے بہت سے اسباب بیان کیے گئے جن کی وجہ سے ناول وجود میں آیا، پروان چڑھا، اس کا جادو سر چڑھ کر بولا اور آخر کار وقت کی تنگی یا دیگر عوامل کے باعث اس کا بھی زوال ہوا تو اس کی جگہ ناولٹ نے لے لی، پھر طویل افسانہ سامنے آیا، اس کے بعد عام افسانہ اور پھر مختصر افسانہ، افسانچہ اور آخر میں یک سطری کہانی!

لیکن کیا ناول کا زوال ہوگیا؟

ہرگز نہیں!

نہ تو ناول کا زوال ہوا ہے اور نہ مستقبل قریب یا بعید میں ایسی کوئی امید ہے!

آج بھی ناول جس تیزی سے لکھے اور شائع کیے جا رہے ہیں، وہ عمل لائق ستائش اور قابل قدر ہے۔

راقم نے اشاریہ سازی کے ضمن میں مختلف نوعیت کے بہت سے کام کیے ہیں اور اس کے لیے ہزاروں کتابوں، رسالوں اور لاکھوں مضامین کو کھنگالا ہے۔ میں نے ''اشاریہ اردو غزل'' (مطبوعہ: سہ ماہی فکر و تحقیق دہلی، اپریل- جون ۲۰۱۳ء) اور ''اشاریہ اردو افسانہ'' (مطبوعہ: سہ ماہی فکر و تحقیق دہلی، اپریل- جون ۲۰۱۴ء) ترتیب دیا۔ ہندو پاک میں یہ اپنی نوعیت کے منفرد اور پہلے کام تھے۔

میں نے کسی جگہ لکھا تھا کہ تحقیق سے بڑے عجیب و غریب اور دلچسپ حقائق سامنے آتے ہیں!

لہٰذا اس وقت بھی میں ایک بڑا تحقیقی کام کر رہا ہوں۔ وہ ہے ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک شائع ہوئے سبھی ناولوں اور افسانوی مجموعوں کا اشاریہ۔ اس کے لیے میں نے اب تک کئی ہزار ناولوں اور افسانوی مجموعوں کے ناموں کو (مع مصنفین کے نام اور سن اشاعت) یکجا کر لیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ ناول کے ختم ہونے اور ان کے لکھے جانے کا عمل رک جانے کے جتنے عوامل و اسباب ہمیں بتائے گئے تھے، ان میں سے بیشتر غلط ہیں۔

اس کے برعکس ہمیں اب تک دستیاب ہوئے ناولوں کی تعداد افسانوی مجموعوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔

کہاں ہوا ناول کا زوال!

www.urduchannel.in

ناول تو آج بھی اسی تیزی سے لکھے جا رہے ہیں جتنے پچاس ساٹھ سال پہلے لکھے جا رہے تھے!

یہ ایک نہایت خوش آیند بات ہے کہ ناول نگاری کا فن رو بہ زوال نہیں بلکہ رو بہ ترقی ہے۔ حقائق سے آنکھیں موند لینے یا ہٹ دھرمی سے ان کا اعتراف نہ کرنے سے حقیقت بدل نہیں جاتی۔ انشاء اللہ میرا یہ تحقیقی کام کتابی شکل میں جلد ہی منظر عام پر آئے گا جس میں ناولوں کی جلد اول میں دس ہزار ناولوں کی تفصیل ہوگی۔ اسی طرح افسانوی مجموعوں کی پہلی جلد بھی دس ہزار ناموں پر مشتمل ہوگی۔ اس ضمن میں اگر چہ کچھ کام کئی محققین نے پہلے بھی کیا ہے لیکن وہ ایک محدود وقت یا محدود برسوں کے تعین کے ساتھ کیا گیا تھا جبکہ میرا کام ۱۹۴۷ء سے تا حال کے برسوں کا احاطہ کرے گا۔

یہ سب کچھ بتانے کا مقصد اپنے کاموں کا تعارف دینا نہیں اور نہ کسی شیخی کا اظہار کرنا ہے کیونکہ اشاریہ سازی میری تحقیق کا بنیادی کام ہے اور یہ تقریباً دو دہائی سے برابر جاری ہے اور ملک کے بیشتر اہل علم ان کاموں سے واقف بھی ہیں اور معترف بھی!

البتہ میں اس تناظر میں یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ ناولوں کے لکھے جانے کے عمل، ان کی اشاعت یا ناول نگاری کے فن سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔

یہ بات مزید قابل ستائش ہے کہ آج بھی خواتین ناول نگاروں کی خاصی تعداد موجود ہے اور وہ اس فن کو جلا بخشنے میں مصروف عمل ہیں۔ جب تک خون میں حرارت، انسان کی بقا اور معاشرہ کا وجود باقی ہے تب تک افسانے کا

سفر بھی جاری رہے گا اور ناول کا بھی، انشاء اللہ!

نصرت شمسی پہلے بھی افسانے، مضامین، انشائیے، تبصرے اور ناولٹ لکھتی رہی ہیں اور ان کی اشاعت کا عمل بھی جاری رہا ہے۔ اس بار ادب کے باذوق قارئین کے لیے انہوں نے دو ناول پیش کیے ہیں۔ امید ہے قارئین ان کے فن کو سراہیں گے اور ان کی تخلیقات کو حسب سابق بنظر تحسین دیکھیں گے۔

دعا ہے کہ ان کا ادبی سفر اسی تگ وتاز اور آب وتاب کے ساتھ جاری و ساری رہے، آمین!

ڈاکٹر محمد اطہر مسعود خاں
غوث منزل، تالاب ملاارم
رام پور ۲۴۴۹۰۱ یوپی
موبائل 09719316703

www.urduchannel.in

سوانحی وادبی تعارف (نصرت شمسی)

نام	:	نصرت شمسی
والد کا نام	:	شیخ فرید الدین سوداگر، (مرحوم) میرٹھ
والدہ کا نام	:	محمودہ ذوالفقار شمسی (مرحومہ) رام پور
تاریخ پیدائش	:	۱۲/جون ۱۹۷۳ میرٹھ (یوپی)
تعلیم	:	جونیر ہائی اسکول- حمیدیہ گرلز جونیر ہائی اسکول میرٹھ ۱۹۸۶
		ہائی اسکول- خورشید گرلز انٹر کالج، رام پور ۱۹۸۸
		انٹرمیڈیٹ- اسماعیل گرلز انٹر کالج، میرٹھ ۱۹۹۰
		ادیب کامل، لال کرتی، میرٹھ ۱۹۹۰
		بی۔اے- ایم.جے. پی. روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی ۲۰۰۰
		ایم۔اے- ایم.جے. پی. روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی ۲۰۰۲
		اردو ڈپلومہ (Ncpul) ۲۰۱۰
		ایک سالہ کمپیوٹر کورس ۲۰۱۰
مشفق معلمات	:	محترمہ نسیم انور صاحبہ، محترمہ قمر النساء زیدی صاحبہ، محترمہ شمیم صاحبہ
ملازمت	:	شمسی گرلز انٹر کالج میں تدریسی فرائض کی ادائیگی
وطن ثانی	:	رام پور (ازدواجی رشتے کے بعد)

شوہر کا نام : محمد فرقان سنبھلی

غیر ملکی سفر : پاکستان ۲۰۰۰

ادبی زندگی کا آغاز : اپنی والدہ کے ڈائری لکھنے کے شوق سے ،لکھنے کا شوق پیدا ہوا اور درجہ پنجم میں ایک افسانہ لکھا جو شائع نہ ہو سکا۔افسانہ ''اذن'' اشاعت خاتون مشرق ،دہلی مئی ۱۹۸۹۔اس کے بعد سے ملک کے دیگر اخبارات اور رسائل میں افسانے برابر شائع ہو رہے ہیں

دیگر سرگرمیاں : آل انڈیا ریڈیو رام پور سے تقریباً تیرہ سال سے پروگرام نشر ہو رہے ہیں

ناول (غیر مطبوعہ) : پل صراط،،ہم دیے کی مانند

تحقیقی مضامین انشائیے ،اصلاحی :

☆ فخر ادب جناب مہری رام پوری
☆ کیا لوگ تھے جو راہئی ملک عدم ہو گئے
(ساغر خیامی کی ظریفانہ شخصیت)
☆ آج اور کل کا شاعر :افق فریدی
☆ آتشیں جذبوں اور حساس دلوں کی شاعرہ:نوشی گیلانی (پاکستان)
☆ اور جب ہم دعوت میں گئے
☆ ماں اور اس کی ذمہ داریاں
☆ کم ہوتی بیٹیاں
☆ اردو کا ادیب بالکل.....
☆ جیو اور جینے دو

www.urduchannel.in

☆ ملاقات محو خواب
☆ ملاقات ایک اردو ٹیچر سے
☆ اردو بنام ہندی
☆ کس سے گلہ کریں
☆ ادب برائے اطفال اور اس کی اہمیت
☆ مادہ جنین کشی اور اس کے اثرات
☆ گود سے گور تک.....
☆ چشم سید نگراں ہے کہ پھر اٹھے شاید
☆ کو.ایجوکیشن اور اس کے نقصانات
☆ ہم جنس پرستی اور اس کے تباہ کن اثرات
☆ عشق پر زور نہیں
☆ رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن (طنز و مزاح)
☆ بڑے خاندان کی مشکلات (طنز و مزاح)
☆ معاشرے کی گراوٹ کے اسباب اور اس کا تدارک

سمیناروں میں ☆ چاند پور،لکھنؤ،رام پور

مطبوعہ کتب ☆ ماہ تمام (افسانوی مجموعہ) ۲۰۱۱ اتر پردیش اردو اکیڈمی سے انعام یافتہ
☆ تحفہ اقبال برائے اطفال ۲۰۱۴

عاصم فرید
کیلاش ڈیری والی گلی
عیدگاہ، میرٹھ

پیش لفظ

خدا کا شکر و احسان ہے کہ اس نے مجھے یہ زریں موقع مکرر عنایت فرمایا اور میرے ہاتھوں نے ایک بار پھر قلم تھاما کہ میں آپ سب سے کچھ کہہ سکوں!

تین سال قبل ''ماہ تمام'' (افسانوی مجموعہ) کے لیے جب میں نے پہلی بار پیش لفظ لکھا تھا تو سوچا تھا کہ شاید یہی میری آخری تحریر ہوگی۔ کیونکہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میرا کوئی مجموعہ شائع ہوسکتا ہے۔ مگر اللہ کی بے پناہ کرم فرمائی اور بھائی ڈاکٹر محمد اطہر مسعود کے بھرپور تعاون سے مجھے صاحب کتاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جس کی بے پناہ کامیابی نے مجھے بہت جلا بخشی۔ اس وقت دل نے تمنا کی تھی کہ کاش یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے اور میں آپ سب سے یوں ہی ملتی رہوں مگر یہ تمنائے دل اتنی جلدی قبول ہوکر پھر مجھے یہ موقع عنایت کرے گی یہ امید نہ تھی۔ اللہ کی مہربانی پھر حاصل ہوئی اور رہنمائی مسعود صاحب کی کہ مجھے پھر یہ سعادت نصیب ہوئی اور آج اوڑھنی آپ سب کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ سال میرے لیے ایک اور نوید مسرت لایا اور ابھی تین ماہ پہلے ہی میری ایک اور کتاب ''تحفہ اقبال برائے اطفال'' منظر عام پر آئی اور بے حد پسند بھی کی گئی۔ اس کتاب کی طباعت اور اس سے متعلق تمام تر کوششوں میں جس شخص کا تعاون حاصل رہا۔ سمجھنے کے لیے یہ کافی ہے۔ اب اس کا نام لکھنے کی ضرورت نہیں۔

مزکورہ کتاب میں علامہ اقبال کی ان نظموں کی تشریح پیش کی گئی ہے جنھیں ہم

www.urduchannel.in

ادب اطفال سے جوڑ سکتے ہیں۔ کتاب میں ان نظموں کے ساتھ لغت اطفال کے تحت مشکل الفاظ کے معنٰی اور پھر اس نظم کو نثری شکل اور کہانی کے ادب میں پیش کر دیا گیا ہے تا کہ بچے اس میں دلچسپی لیں۔ انسانی زندگی پر اس کے کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں یہ بھی بتایا گیا ہے۔

اوڑھنی میرا پہلا ناول ہے جو میں نے ۲۰۰۲ء میں لکھا تھا۔ ناول کی کہانی، پلاٹ، کردار نگاری، اسلوب، منظر نگاری میں، میں کس حد تک کامیاب رہی یہ ناول کے مطالعہ کے بعد آپ سب کی رائے سے ہی علم ہوگا۔ مگر کہانی ہماری زندگیوں سے کتنی قریب ہے اس کا اندازہ آپ سب کو ضرور ہو جائے گا، یہ میرا یقین ہے۔ اوڑھنی ایک مختصر ناول ہے اگر چہ ناول کی دنیا میں بہت ضخیم ناول موجود ہیں جنہیں میں نے دیکھا بھی ہے اور پڑھا بھی، مگر میرا خیال ہے کہ بدلتے وقت کے ساتھ ناول نگاری کی ضخامت کو بھی تھوڑا سمٹ جانا چاہیے اور جہاں جس چیز کی ضرورت ہو صرف اسی پر اکتفا کیا جانا چاہیے، خواہ وہ افسانہ ہو یا ناول۔

میں چونکہ کوئی قد آور شخصیت نہیں، ابھی طفل مکتب ہی ہوں، قد ابھی بہت چھوٹا ہے اور قلم ابھی بھی ہاتھوں میں لرزتا ہے اس لیے اپنے قلم کے بارے میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتی، پھر بھی شکر اس بات کا ہے کہ جب بھی جہاں سے بھی جو بھی شائع ہوا الحمدللہ قارئین کے پسندیدگی کے خطوط، فون، sms میری تحریر پر کامیابی کی مہر لگا رہے ہیں اور قارئین کے ووٹ سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ سچے نقاد وہی ہوتے ہیں۔ اس بات کا اندازہ ''ماہ تمام'' کی کامیابی کے بعد زیادہ ہوا۔ جس پر نہ صرف پورے ملک سے تبصرے آئے بلکہ بیرون ممالک سے آئی پسندیدگی اور داد نے میرے قلم کو مزید حوصلہ عطا کیا۔ انشا اللہ اوڑھنی بھی وہی کامیابی حاصل کرے گی اور آپ سب کے دلوں میں انمٹ نقش چھوڑ جائے گی کیونکہ تحریریں وہی حیات

جاویداں حاصل کرتی ہیں جو قارئین کے دلوں پر اثر کریں، ان کے ذہنوں کو سوچنے پر مجبور کریں، اپنی اور اپنے معاشرے کی تصویر لگیں اور انمٹ نقوش بن کے دلوں پر ثبت ہو جائیں۔

اس کتاب کی ایک جلد میں دو ناول ہیں۔ پہلا ''اوڑھنی'' دوسرا ''اجو چلے تو جاں سے گزر گئے.....'' دونوں کی کہانیاں بالکل جدا ہیں اور ان کا طرز نگارش بھی مگر پھر بھی جج تو قارئین ہی ہیں۔ میں تو صرف دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں ناولوں کو کامیابی عطا فرمائے اور یہ اردو ناول نگاری کے خزانے میں کچھ اضافہ کر سکیں۔ باقی بہت کچھ ڈاکٹر صاحب نے مقدمہ میں تحریر کر ہی دیا ہے۔

دراصل کسی بھی کامیابی کے پیچھے کسی فرد واحد کا ہاتھ نہیں ہوتا۔ ہاں پردے پر ایک کی فرد نظر آتا ہے، لیکن قابل قدر اور قابل ذکر ہوتے ہیں وہ ہاتھ جو انہیں پردے کے پیچھے سجاتے سنوارتے، حوصلہ دیتے اور انہیں اسٹیج پر لانے کے قابل بناتے ہیں۔ یہی معاملہ اوڑھنی کے ساتھ ہے بھی ہے۔ سب سے پہلی مد اللہ کی بعد از ڈاکٹر محمد اطہر مسعود کی۔ جن کی بے پناہ کوشش، اردو ادب کی بے لوث خدمت اور بے پناہ محبت اپنے شہر کے لوگوں کو آگے بڑھانے اور شہر کا نام سرفہرست لانے میں رہتی ہے۔ ان کا بھرپور تعاون اوڑھنی کو بھی ملا۔ اس مسودے کو اکیڈمی تک بھیجنا اور اس کے کامیاب ہونے تک دعا اور دوا دونوں کے لیے کوشاں رہنا اور کامیابی ملنا اس بات کی ضامن ہے۔ مابعد فخر الدین علی احمد میموریل اکیڈمی کی بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ جیسی پستہ قد خاتون کو اپنا مالی تعاون دے کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں مشکور ہوں ڈاکٹر محمد خالد مسعود کی جنہوں نے میرے مسودے کو قابل اشاعت سمجھ کر یہ نوید مسرت مجھ تک پہنچائی۔

کچھ لوگ دور رہ کر بھی لوگوں کی مدد کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں جن کا مقصد

www.urduchannel.in

صرف بے لوث خدمت کرنا اور لوگوں تک مدد پہنچانا ہوتا ہے۔ ایسا ہی ایک نام ڈاکٹر مجاہد فراز کا بھی ہے جنھوں نے ''ماہ تمام'' کی کامیابی میں بھی مجھ ناچیز کی مدد فرمائی تھی اور اب اوڑھنی کو بھی آپ کا بھرپور تعاون حاصل رہا حالانکہ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ ماہ تمام کو شائع ہوئے تقریباً تین سال ہو گئے اور میری ان سے ملاقات ابھی تین ماہ پہلے ہی مراد آباد میں ایک کتاب کی رسم اجراء کے موقع پر ہوئی۔ اس سے قبل آپ سے صرف فون پر ہی گفتگو ہوئی اور آپ نے اپنی اس بہن کی مدد فرمانے کا وعدہ بھی کیا اور اس وعدے کو نبھایا بھی۔ میرے پاس آپ سبھی حضرات کا شکر ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں۔ ہاں دل سے دعائے خیر ضرور نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس نیک عمل کی جزا عطا فرمائے۔ شکریہ ایک بار پھر اس رب الکریم کا جس نے مجھے بہترین والدین نصیب فرمائے کہ جن کے زیر سایہ میں نے بہترین تعلیم و تربیت پائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں فردوس بریں میں بلند مقام عطا فرمائے۔ شکریہ ان تمام دوستوں کا جن کا ساتھ ہمیشہ ملا اور جن کا نہیں بھی ملا۔ شکریہ اپنے تمام اساتذہ کا، قارئین کا، عزیزوں کا اور ہر اس شخص کا جس کا بھرپور تعاون مجھے گاہے بہ گاہے ملتا رہا ہے۔

بس اس شعر سے اپنی بات ختم کرتی ہوں کہ:

انہیں کی ضو سے مجھے منزلیں نظر آئیں
جو میری ماں نے دیے تھے نصیحتوں کے چراغ
(افق فریدی)

تاریخ: ۱۰ ستمبر ۲۰۱۴

نصرت شمسی

اوڑھنی سے کچھ سطور

نائلہ نے اکثر ادغان کا لمس اپنی کلائیوں، چہرے اور بالوں میں ہر رات محسوس کیا تھا کہ ادغان اس کی کلائیوں میں پڑی چوڑیوں کو کئی کئی گھنٹے چھیڑتے رہتے تھے۔شاید اس لیے کہ عورت کے سہاگ کا ایک مضبوط رشتہ چوڑی سے ہے اور ہر عورت چوڑی کو بہت عزیز مانتی ہے۔

☆.....☆.....☆

دہ ماہ کی طرح باقی دن بھی گزر گئے اور ارم نے اس کے ہاتھ میں وہی چوڑیاں ڈال دیں جنھیں ادغان راتوں کو بجایا کرتا تھا۔اس نے چوڑیوں پر لب رکھ دیے اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ یہ کیسا بندھن ہے سہاگ کا چوڑی سے،اس نے سوچا اور چوڑیوں کو سینے سے لگا کر پھر ادغان کو سوچا۔

☆.....☆.....☆

ارم نے تھکی تھکی سی اس عورت کو دیکھا جو حالات کو برداشت کرتے کرتے ایک دم سے نظر بوڑھی آنے لگی تھی۔کتنا مشکل سفر ہے مرد کے بغیر جوانی گزارنا.....مرد تو عورت کے لیے سائبان ہوتا ہے۔اس کی محبت ہوتا ہے اس کی

www.urduchannel.in

اوڑھنی ہوتا ہے اور جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو عورت ایک دم ہی کھلے آسمان کے نیچے بغیر آنچل کے اپنے آپ کو محسوس کرتی ہے اور بغیر سائے کے برسات گزارنا کتنا مشکل کام ہے اس کا اندازہ تو صرف وہی لگا سکتا ہے جو خود کو بچانے کے لیے پور پور بھیگ جاتا ہے۔

☆.....☆.....☆

اسے لگا کہ وہ کسی محفوظ جگہ پر آ گئی ہے۔اس خیال نے ہی اسے لمحوں میں احساس تحفظ دے ڈالا تھا۔اچانک تیز دھوپ سے کسی سایہ دار جگہ آؤ تو معلوم ہوتا ہے کہ سایہ کیا چیز ہے سایہ کتنی بڑی نعمت ہے اور دھوپ میں چلنا کتنی بڑی سزا۔

☆.....☆.....☆

اس نے دوپٹہ اوڑھتے ہوئے اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھا۔اسے لگا وہ ایک دم سے ہر طرف سے ڈھک گئی ہے۔اس نے عقیدت سے دوپٹہ آنکھوں سے لگایا اور باہر روشان کے پاس جانے کے لیے اٹھ گئی کہ وہ اب اس کی ذمہ داری تھا۔اس کی گود میں ارم کا بچہ تھا جو ارم ان دونوں کے بیچ اپنی یاد بنا کر چھوڑ گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

اوڑھنی

www.urduchannel.in

بڑے سے تخت پر گھونگھٹ ڈالے اب وہ تنہا تھی۔ ابھی ابھی سلامی کی رسم ادا ہوئی تھی اور کافی ہنگامہ ہو چکا تھا اور اب امی جان نے سب لڑکیوں کو ہٹا کر اسے تنہا بٹھا دیا تھا کہ کچھ دیر بعد وہ اسے اس کے کمرے میں پہنچوا دیں گی۔

نائلہ نے تنہائی دیکھ کر ذرا کمر سیدھی کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ''ہاؤ'' جیسی بھیانک آواز نے اسے پھر سر جھکانے پر مجبور کر دیا۔

''پہچانو مجھے!''

شیر کا مکھوٹا لگائے کوئی جوان لڑکا اس کے گھونگھٹ میں جھانک رہا تھا۔ نائلہ نے مسکراتے ہوئے اس کا مکھوٹا ہٹا دیا۔

''میں ہوں۔ آپ کا ایک عدد نالائق دیور روشان۔''

''روشان!''

نائلہ نے مسکراتے ہوئے دیکھا۔

''تم نے مجھے ڈرا ہی دیا۔''

''ہاں بھابھی .....اب ایسی باتوں کی عادت آپ کو ڈالنی پڑے گی۔ میں تو ایسی ہی الٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہوں۔''

''روشان! اب تم بھاوج کو پریشان کرنے بیٹھ گئے۔ چلو باہر نکلو۔ جب سے رخصت ہو کر آئی ہے ایسے ہی سر جھکائے بیٹھی ہے۔ ادھر وہ تمہارا بھائی مجھے پریشان کر رہا ہے کہ امی اپنی پسند کا دیدار کب کروائیں گی اور میں چاہتی ہوں کہ نائلہ ابھی دو گھنٹے آرام کر لے۔ لڑکی مایوں کے روز سے جو تھکنا شروع ہوتی ہے تو ولیمہ کے